پاکستان میں اسلامی بینکاری کے نام پر فراڈ

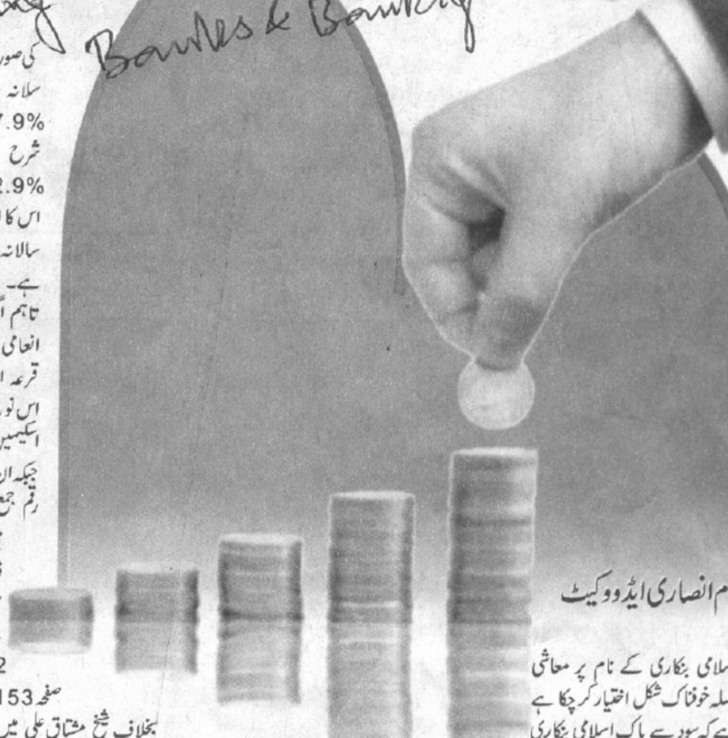

سالم سلام انصاری ایڈووکیٹ

پاکستان میں اسلامی بنکاری کے نام پر معاشی جبر واستحصال کا سلسلہ خوفناک شکل اختیار کرچکا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سود سے پاک اسلامی بنکاری کے نام پر سردست پاکستان میں کوئی نظام وجود ہی نہیں رکھتا مگر باوجود اس کے اقتصادی جبر واستحصال کے عملبر دار اس حد تک مافیا کی شکل اختیار کر چکے ہیں کہ حکومت وقت اور تمام عدالتی فیصلوں اور اسٹیٹ بنک کے سرکلرز بھی ان کے سامنے بے بس نظر آرہے ہیں۔ اگر اس کے خلاف فوراً اقدامات نہ اٹھائے گئے تو یہ اسلامی بنکاری کے نام پر کھیلا جانے والا فراڈ خطرناک حد تک تجاوز کرسکتا ہے جس کے بعد سد باب کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسلام جمہوریہ پاکستان میں اسلامی بنکاری کے نام پر 13% تا 36% سالانہ اور اوسطاً 22% فیصد سالانہ سود سرعام لیا جارہا ہے۔ عوام الناس کو تو رہنے دیجئے خواص ونام نہاد اشرافیہ اور پڑھے لکھے لوگ بھی معاشی استحصال اور جبر کی اس گھناؤنی صورت سے سرے سے واقف ہی نہیں۔ کیا یہ اسلام کے نام پر دھوکہ اور اسلام کے استحصال سے پاک غیر سودی نظام سے مذاق نہیں ہے؟ یوں تو اس ملک میں سود سے پاک اسلامی بنکاری کے نام پر وسیع پیانے پر ایک عرصہ سے پروپیگنڈہ جاری ہے جس کے دام فریب میں پھنس کر سادہ لوح عوام اپنا بہت کچھ کھو چکے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسٹیٹ بنک کے سرکلرز نمبر 13 اور ت32 مجریہ 1984ء کے مطابق سودی بنکاری نظام یکم جنوری 1985ء سے ختم قرار پاچکا ہے اور اگر حقائق یہی ہیں تو پھر اس بات کا نوٹس اشد ضروری ہے کہ اسلامی یا غیر سودی بنکاری کے نام پر کون سا سسٹم اور کس کے ایماء پر اور کس قانون کے مطابق 2002ء میں 17 سال بعد متعارف کرایا جارہا ہے؟ جبکہ قانوناً غیر سودی بنکاری یکم جنوری 1985ء سے نافذ العمل ہو چکی ہے۔ کیا 1985ء سے 2002ء تک عوام الناس کو بیوقوف بنایا جاتا رہا ہے؟

افسوس ناک امر تو یہ ہے کہ شریعت کی پاسبانی کے دعویٰ دار اور مذہبی اسکالرز جن کو آگے بڑھ کر اس استحصالی نظام کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے تھی بدستور محض ذاتی مفادات کی خاطر خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ بلکہ الٹا اس کا تحفظ کررہے ہیں جو کسی اعتبار سے نہ ملک کے مفاد میں ہے اور نہ ہی احکامات خداوندی کے مطابق۔ علماء حضرات کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اسلام کے نام پر کی جانے والی اس گھناؤنی سازش کا راستہ روکیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ مذہبی علماء کا ایک مخصوص خاندان اور گروہ جو مختلف بنکوں سے شریعہ ایڈوائزر کے نام پر لاکھوں روپے ماہانہ تنخواہیں وصول کررہا ہے، فتویٰ فروشی کرکے اور سودی بنکاری کو مذکورہ مذہبی اسکالرز شریعت کے نام نہاد علمبردار اس حقیقت سے قطعی باخبر ہونے کے باوجود کہ قرآن نے سودی کاروبار کو خدا سے کھلی جنگ قرار دیا ہے، اور مروجہ نام نہاد اسلامی بنکاری کے نام پر سودی استحصالی نظام رائج کرنے کا جواز پیش کررہے ہیں۔ جس کے ذریعے اسلام کے نام پر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیا جارہا ہے۔ اور وہ تمام اجزاء جو اسلامی بنکاری میں گڈمڈ کردیئے گئے ہیں کا اسلامی بنکاری یا غیر سودی بنکاری سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ یہ اقسام استحصال کی بدترین اشکال ہیں جن کو محض اسلام کے لبادے میں رنگ دیا گیا ہے اور اسلامی بنکاری کے نام پر بدترین سودی بنکاری رائج کی جاچکی ہے۔

موجودہ وقت پاکستان میں افراط زر کی شرح 7.9% سالانہ جبکہ بنکوں کے ڈپازٹس پر واپسی کی شرح اوسط ڈپازٹ پر 5% سالانہ ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ رقم جمع کرانے والا محض سادگی کی وجہ سے اوسطاً 2.9% فیصد سالانہ سے بلاوجہ محروم کیا جارہا ہے وہ اپنی رقم اسلامی بنکاری کے نام پر کارِ ثواب سمجھ کر جمع تو کرارہا ہے مگر اس کا اسے کوئی منافع نہیں مل رہا ہے بلکہ وہ اصل زر بھی ضائع کررہا ہے، کرنٹ ڈپازٹس کی صورت میں تو کھاتے دار صفر سلانہ حاصل کررہا ہے اور 7.9% سالانہ کی افراطِ زر کی شرح کے حساب سے منفی 2.9% خسارہ میں جارہا ہے اور اس کا اصل زر سالانہ 2.9% سالانہ کے حساب سے کم ہورہا ہے۔

تاہم اگر کوئی بنک کسی قسم کی انعامی اسکیم شروع کرتا ہے جیسے قرعہ اندازی، انعامات وغیرہ اس نوع کی قانونی طور پر جائز اسکیمیں پابندی کا شکار ہیں۔ جبکہ ان اسکیموں کا تمام تر فائدہ رقم جمع کرانے والے اٹھاتے ہیں ہر چند کہ انعامی ڈپازٹس اسکیمیں قانونی ہیں بشرطیکہ سپریم کورٹ کے فیصلے پی ایل ڈی 1992ء سپریم کورٹ صفحہ 153 فیڈریشن آف پاکستان بخلاف شیخ مشتاق علی میں دیئے گئے اصولوں اور ہدایات کے منافی نہ ہو یا غیر ممالک میں جہاں سودی بنکاری کا نظام موجود ہے وہاں پر سود یا قرضے کی شرح اوسطاً 6% سالانہ ہے غیر سودی بنکاری میں اسلامی بنکاری میں جو پاکستان میں فی الوقت رائج ہے منافع یا رمارک اپ یا اس کو کوئی بھی نام دیجئے 22% سالانہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان ان ممالک میں سے ایک ہے جہاں ڈپازٹ اور قرضے دینے کی شرح میں بہت فرق ہے مزید یہ کہ رقم جمع کرانے والا کھاتے داران اور قرض لینے والے مقروض دونوں مظلوم ہیں اور بنکرز یا اس کے شیئرز ہولڈرز فوائد اٹھارہے ہیں اور اسلامی بنکاری کے نام پر فراڈ کھیل کر معاشر استحصال کر رہے ہیں۔ اسلامی بنکاری یا غیر سودی بنکاری کے نام پر مذاق ہیں۔

کریڈٹ کارڈ اور لیزنگ، کنزیومر، ہوم یار مارگیج فنانسنگ میں لیٹ پیمنٹ چارجز جو کہ DFI بنکوں / لیزنگ کمپنیوں کی طرف سے وصول کیے جاتے ہیں۔ موجودہ قوانین کے تحت ممنوع ہیں اور سود مرکب یا مارک اپ وصول کرنے کا بنکوں کا عمل جو اس وقت بھی بدستور جاری ہے بلکہ عروج پر ہے اور نافذ ہے غیر قانونی وناجائز ہے حالانکہ اعلیٰ عدالتوں کے متعدد فیصلوں اور اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے سرکلرز اس کے بالکل عکس ہیں اور سود مرکب یا سود درسود کسی بھی شکل میں نہیں لیا جاسکتا۔ صد ہا افسوس کہ سود مرکب اور سود درسود وصول کرنے کا عمل اسلامی بنکاری کے نام پر کیا جارہا ہے جبکہ مغربی سودی بنکاری میں بھی یہ عمل استحصالی اور ناجائز قرار دیا جاچکا ہے۔ قرآنی تعلیمات اور اسلام میں سود کے عمل کی مخالفت محض اس کے استحصالی کردار کی وجہ سے ہے جس کو پاکستان میں غیر سودی اسلامی بنکاری کے نام پر رواج دیا جارہا ہے۔

عموماً بنکوں میں سروس چارجز کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے جس کے ذریعے سود اور بلند شرح سود پر قرض کی واپسی ایس ''سروس چارجز'' کے نام پر لی جاتی ہے حالانکہ قانوناً بنک اپنی سروس کے عوض محض اصلی چارجز وصول کرنے کے مجاز ہیں۔ پاکستان میں سود سے پاک یا اسلامی بنکاری کے نام پر آخر یہ مذاق کب تک جاری رہے گا؟

اس استحصالی نظام کو قائم اور دائم رکھنے کی سب سے بڑی سرمایہ کاری کی فضا نہ ہونے کے باوجود بنکوں کو خریدنے میں بڑی گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔ بنکوں نے بااثر لوگوں، بیوروکریٹس، سیاستدانوں اور جرنیلوں کے بیٹے اور بیٹیاں اعلیٰ عہدوں، بھاری تنخواہوں وشاندار مراعات پر ملازم رکھ کر اقتدار پر فائز لوگوں کے منہ، آنکھیں اور زبان بھی بند کردی ہیں۔

اسٹیٹ بنک کے سرکلر 13 اور 32 مجریہ 1984ء کے مطابق جنوری 1985ء سے پورے ملک پاکستان میں سود سے پاک بنکاری نظام رائج ہو چکا ہے اور سود نہیں لیا جاسکتا سود درسود مرکب اور سود کی کوئی بھی شکل مورخہ 1-1-1985ء سے ختم ہو چکی ہے۔ واضح رہے کہ دفعہ 25 بنکنگ کمپنیز آرڈیننس مجریہ 1962ء اور اسٹیٹ بنک کے سرکلرز اور ہدایات جس کو پاکستان کے تمام بنک تسلیم کرنے کے پابند ہیں خواہ وہ شیڈول بنک ہوں یا غیر شیڈول غیر ملکی ہوں یا مقامی سپریم کورٹ کے فیصلہ کی روشنی میں جو سرکلرز اسٹیٹ بنک نے جاری کیے ہیں ان کی باقاعدہ قانونی حیثیت ہے۔ اور وہ پاکستان میں موجود بنکوں پر لاگو اور نافذ العمل ہیں۔ جن کو سپریم کورٹ آف پاکستان اور اعلیٰ عدالتیں اپنے رپورٹ شدہ فیصلوں پی ایل ڈی 1997ء سپریم کورٹ 315، پی ایل ڈی 2001ء سپریم کورٹ 1026ء پی ایل ڈی 2002ء سپریم کورٹ 500، 2000 سی ایل سی 166 اسٹیٹ بنک کا یہ کہنا ہے کہ اسلامی بنکاری 2002ء میں متعارف کروائی گئی ہے یا یہ کنونشنل یا روایتی بنکاری کی جگہ متعارف کرائی گئی ہے اس حقائق سے اس کا کوئی تعلق نہیں 2002ء سے قبل پاکستان میں روایتی کنونشنل بنکنگ سسٹم کا نظام نہیں تھا بلکہ 2002ء کے وقت سے ہی نہیں بلکہ یکم جنوری 1985ء میں متعارف کرائی گئی اور سودی بنکاری جس کو کنونشنل بنک کی جگہ کس طرح لے سکتی ہے جس کا رواج یکم جنوری 1985ء سے قانوناً ختم کیا جاچکا ہے تو اب غیر سودی بنکاری یا اسلامی بنکاری میں فرق یہ ہے کہ سود سے پاک جدید اسلامی بنکاری میں سرمایہ صرف ان مقاصد کیلئے استعمال ہوسکتا ہے جس کی شریعت کی رو سے اجازت نہیں اور ڈپازٹس کی رقم اس کھاتے دار سے حاصل کی جائے جس کی آمدنی شرعی طور پر حلال ہو۔ جبکہ غیر سودی بنکاری میں اسی طرح کی ممانعت نہیں ہے اس واضح فرق کے علاوہ اسلامی بنکاری اور غیر سودی جدید بنکاری میں اور کیا فرق قرار دیا جاسکتا ہے۔

سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے مورخہ 23 دسمبر 1999ء ڈاکٹر اسلم خاکی کیس، پی ایل ڈی 2000 سپریم کورٹ 225, 2000 شریعہ کورٹس صفحہ 73 میں قرار دیا تھا کہ 30 جون 2001ء کے بعد پاکستان میں سود کا لفظ قانون کی کتابوں سے ختم ہو جائے گا۔ اسٹیٹ بنک یا دیگر بنکوں کی طرف سے جنہوں نے اعلان کیا جو کہ ''ہم سود سے پاک اسلامی بنکنگ نظام نافذ کررہے ہیں'' اور اس کے ساتھ اس مقصد کیلئے مہلت بھی طلب کی ہے جو محض انہوں نے وقت گزاری کیلئے کیا وہ اس سلسلہ میں ہرگز مخلص نہیں تھے آگے چل کر انہوں نے سپریم کورٹ میں نظرثانی کی اپیل بھی دائر کی جسکے نتیجہ میں یہ فیصلہ غیر مؤثر ہوگیا۔ جو کہ یو بی ایل بنام فاروق برادرز کیس کے حوالے سے پی ایل ڈی 2002 سپریم کورٹ

800=پی ایل ڈی 2000 سپریم کورٹ صفحہ 93 سے رپورٹ شدہ ہے۔

اسٹیٹ بنک کے ایک قانونی مشیر نے اپنے انٹرویو میں دوٹوک مشورہ دیا تھا کہ ڈاکٹر اسلم خاکی کیس کا فیصلہ ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے غیر موثر کیا جائے کیونکہ یہ فیصلہ مشکلات پیدا کردے گا اس سے عیاں ہوتا ہے کہ اسٹیٹ بنک کے میشران اور بنکاری نظام سے سرے سے مخلص ہی نہیں ہیں علاوہ ازیں وصولیابی کی کمپنیاں یا بنکوں کی غیر قانونی ٹیمیں جو کہ اقساط وصول کرتی ہیں جو قرضے بنکوں یا مالیاتی اداروں نے دیئے ہیں تیسرے درجے کے ہتھکنڈے اختیار کرکے وصولیابی کررہی ہیں جن میں مقروض لوگوں کے گھروں پر جاکر حملے، اغواء، حراست میں لینے کی دھمکیاں، غلیظ گالم گلوچ، مارپیٹ، فون پر گندی زبان کا استعمال کے ہتھکنڈے اختیار کیے جارہے ہیں۔ یہ کہنے کی ہرگز ضرورت نہیں کہ یہ تمام عمل غیر سودی اسلامی بنکاری کے نام پر کھیل کھیلا جارہا ہے۔ جو 2002ء سے نافذ العمل ہے اس سلسلہ میں اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے ماتحت بنکوں کی بے شمار شکایت رقم بنکنگ محتسب تک پہنچ چکی ہیں شریعت ایڈوائزر اور مشیران جو بنکاری معاہدوں کی شرعی طور پر جائز قرار دے رہے ہیں۔ کیا شریعت ایڈوائزر اس سلسلہ میں کوئی علمی اہلیت رکھتے ہیں اور اس مقصد کیلئے ان کا کوئی بنکنگ کا پس منظر بھی ہے یا نہیں؟ چونکہ ان شریعت مشیران کی جانب سے معاہدوں کو شرعی قبولیت محض کاغذی کارروائی کے سوا کچھ نہیں جبکہ بنک باقاعدہ سود مرکب چارج کررہے ہیں۔ مارک اپ اور سود در سود بھی وصول کررہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی بنکاری کے نام پر گھٹیا مذاق اور کھلا فراڈ ختم کیا جائے اور یکم جنوری 1985ء سے پاکستان میں نافذ العمل غیر سودی بنکاری کو عملاً رائج کیا جائے۔

پاکستان میں 22% اوسطاً قرضوں پر مارک اپ یا سود کی وصولیابی کی شرح کی وجہ سے قرض لے کر کاروبار امپورٹ ایکسپورٹ کرنا یا صنعت لگانا منفعت بخش نہیں رہا لہٰذا بنکوں سے قرض لے کر واد نہ کرنا اور ڈیفالٹ کا شکار ہونا ایک بزنس میں یا صنعتکار کا مقدر بن چکا ہے اور سرمایہ کاری کی فضا میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی بلند شرح سود ہے۔ اسی طرح مارگیج ہاؤسنگ فنانس کی شرح واپسی اوسطاً 15 فیصد سالانہ ہے جبکہ برطانیہ میں یہ 4.75 فیصد سالانہ ہے اور ملائیشیا میں ہوم لون پر 6% سے زائد سالانہ مارک اپ وصول کرنا قانوناً ممنوع ہے۔ پاکستان میں مارگیج ہوم لون کے تحت 20 تا 25 سال کے بنکاری قرضہ کی قسط اسی مکان یا فلیٹ کے ماہانہ کرایہ کی 3 تا 4 گنا بنتی ہے مثلاً اگر ڈیفنس کراچی کے ایک 60 لاکھ مالیت کے فلیٹ کا کرایہ 25 ہزار ماہانہ ہے تو اس پر مارگیج ہوم لون کے تحت قرضہ کی ماہانہ قسط 75,000 روپے ماہانہ یا اس سے زائد بنتی ہے۔ اس طرح یہ مسلم بنکاری کے اصولوں کے منافی ہے۔ مارگیج ہوم لون کی ماہانہ قسط کا پراپرٹی کے ماہانہ کرایہ سے تجاوز کرجانا ہے اس کی قبولیت اور فزیبلٹی (Feasibility) کو کھو دیتا ہے جب کہ قرضہ کی قسط ماہانہ کرایہ سے 300% تا 400% زائد ہو تو اس نوع کا قرضہ 90% ماسوائے استثنٰی کے ڈیفالٹ کو جنم دیتا ہے۔